مولانا ابوالمعز محمد عرفان الحق حقانی

فاضل دیوبند مولانا قاضی عبدالکریم کلاچویؒ کی رحلت

دارالعلوم دیوبند کے کے جید فاضل، جامعہ نجم المدارس کے مہتمم، عظیم فقیہہ، ادیب بے بدل، تواضع اورانکساری کے پیکر، معمر عالم دین حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی چار سال کی طویل علالت کے بعد ۸راگست ۲۰۱۵ء ہفتہ کی شب عشاء کو پونے دس بجے ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈی ایچ کیو ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ......اِن کی وفات کی خبر سے دارالعلوم میں صف ماتم بچھ گئی،نمازظہر کے بعد زیرتعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نئے ہال میں تعزیتی اجتماع منعقد ہوا اوران کی مغفرت کے لئے ایصال ثواب کے بعد مولانا سمیع الحق نے ان کے ہمہ گیر علمی فقہی سیاسی خدمات پر روشنی ڈالی اوران کے جانشین مولانا قاضی محمد نسیم حقانی اور خاندان سے اظہار تعزیت کیا،مولانا قاضی عبدالکریم دارالعلوم دیوبند کے آخری فضلاء اور بقیۃ السلف علماء میں سے تھے۔وہ جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سرپرست اعلیٰ اور سینیٹر قاضی عبداللطیف کے بڑے بھائی تھے۔

مرحوم نے ساری عمر دین کی اشاعت میں صرف کی۔سیاسی میدان میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر بھرپور خدمات انجام دیں۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ،شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ ساری عمر انتہائی قریبی روابط اور تعلقات استوار رہے۔ان کا وجود علماء و مدارس اور پوری امت کے لئے تقویت کا باعث رہا، احقر کو اُن سے شناسائی بدء شعور سے ہوئی اس لئے کہ آپ جامعہ کے ہر اہم پروگرام میں باوجود ضعف و نقاہت کے شریک ہوتے تھے،حرمین شریفین کے سفر کے دوران اکثر اوقات مدینہ شریف میں قاری صفی اللہ مدنی شہیدؒ کی مسجد میں اُن کے ساتھ قیام کی سعادت بارہا نصیب ہوتی رہی، اس دوران اُن سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا،آپ ۱۹۱۹ء کو کلاچی کے علمی و روحانی خاندان میں اپنے وقت کے مرجع خلائق مولانا قاضی نجم الدین کے ہاں پیدا ہوئے،نہایت صغرسنی میں دس سال کی عمر میں قرآن پاک کے حافظ اور قاری بنے۔پھر ابتدائی درس نظامی کی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں والد صاحب نے حاصل کی، بعد ازاں سرگودھا کے مشہور مدرسہ سراج العلوم میں تین سال تحصیل علم میں صرف کئے، پھر اُس وقت کے غیر منقسم ہندوستان کے شہر جالندھر پہنچے، جہاں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے کسب فیض پایا۔ ۱۸ر برس کی عمر میں

دورہ حدیث اور دستار فضیلت کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۸ء میں فراغت پائی۔ واپس آ کر اپنے گاؤں میں دین کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کی خدمت پر مامور ہوئے۔ بلوچستان کے علاقہ فورٹ سینڈیمن کے عوام کی دینی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک باعمل عالم دین کی ضرورت پڑی تو انہوں نے کلاچی کے اِس چشمہ دین کی شہرت سن کر اِنہیں دعوت دی جسے آپ نے انجمن اسلامیہ کی دعوت پر قبول کیا اور وہاں جا کر پانچ سال تک لوگوں کے دینی مسائل کی عقدہ کشائی کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے جمعہ پڑھانے کی ترتیب وہاں یوں تھی کہ ایک جمعہ اردو میں اور دوسرے جمعہ پشتو زبان میں تقریر فرماتے۔ ذکاوت، علم وفراست، خوش بیانی، خوش خلقی، خاندانی فہم وفراست، خدمت دین کے جذبہ سے سرشاری، علم حدیث میں خاص مہارت اور مسائل فقہ پر عبور کی وجہ سے آپ تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف بلوچستان بلکہ پورے ملک کے عوام اور خواص دونوں کے دِلوں میں گھر کر گئے۔ تقسیم برصغیر کے بعد انجمن اسلامیہ سے اختلاف کی بنیاد پر استعفیٰ دے کر کوئٹہ کے معروف مدرسہ مطلع العلوم کی دعوت ملنے پر وہاں مصروف درس و تدریس ہوئے، جہاں اُن کو اس مدرسہ کا ناظم اعلیٰ بنایا گیا، اس دوران آپ جامع مسجد کے خطیب بھی رہے، جہاں عشاء کے بعد آپ کے درس قرآن میں عوام جوق درجوق شریک ہوتے اور اس طرح ایک لمبے عرصہ تک عوام وخواص کے خشک و بنجر دماغی زمین کی آبیاری کرتے رہے۔ بلوچستان میں قیام کے دوران کلاچی کا ایک دیندار طب وحکمت کے شعبہ سے وابستہ جناب صوفی محمد صاحب کے بےلوث جذبے کے طفیل آپ کو اپنے گاؤں میں دینی مدرسہ قائم کرنے کا شوق پروان چڑھا۔ موصوف مذکورہ اپنی یومیہ آمدنی کے ۱/۴ حصے کو اس غرض سے چھپ کر جمع کرتے تھے کہ گاؤں میں جا کر اس سے دین کی نشر و اشاعت کی داغ بیل ڈالیں گے۔ اس کی جمع پونجی اس وقت سوا روپیہ تھی، اسی سے نجم المدارس کی ابتداء ہوئی۔ اس سے قبل آپ کے آباؤ اجداد مسجد میں ہی دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے، مستقل مدرسہ کا قیام گاؤں میں ۱۹۴۹ء میں ''نجم المدارس'' کے نام سے عمل میں لایا گیا۔ جدِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو ۱۹۵۲ء میں آپ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مدعو فرمایا۔ جس کی تفصیلات مکتوبات مشاہیر میں مندرج ہے۔ اس خط کو ملحوظ رکھ کر ہمارا ان کے ساتھ گویا یہ خاندانی تعلق ۶۵ برس پر محیط ہے۔

آپ سے مختلف ملاقاتوں کے دوران جو واقعات سنے ان میں سے چند ایک نذر قارئین ہیں:

☆ حرم شریف میں ایک دفعہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کا طواف ہر دور اور ہر وقت و زمانہ میں جاری و ساری رہا، کبھی رُکا نہیں، ایک دفعہ سیلاب آنے پر مطاف پانی سے بھر گیا، لوگ بھاگ کر اوپر چڑھ گئے، اس دوران اچانک پانی میں ایک کالے رنگ کا سانپ نظر آیا جس نے کعبہ کا طواف شروع کیا، یہ دیکھ کر ایک حبشی (افریقی) نے بھاگ کر اُس سانپ کو اپنے گلے میں ڈال کر اس کے ساتھ اکٹھا طواف کرنا شروع کیا۔

☆ احترام اساتذہ کے موضوع پر فرمایا کے ژوب میں ایک معمر صاحب جناب محمد رسول رہائش پذیر تھے جو میرے دادا قاضی عبدالغفار صاحب کے شاگرد تھے، میں جب بھی وہاں گیا، وہ انتہائی ضعف و نقاہت کے باوجود لاٹھی کے سہارے مجھے ملنے آتے، میں اس کی کمزوری اور بڑھاپے کو دیکھ کر شرمندہ ہوتا اور کہتا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ لیکن وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ تم میرے استاد محترم کے خاندان سے ہو، اس لئے میری حاضری ضروری ہے۔ اس واقعہ میں ہم جیسے نالائقوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔

☆ دینی مدارس کے نصاب اور نظام تعلیم میں تبدیلیاں لانے کی حکومتی عندیہ کے متعلق ایک دفعہ فرمایا: کہ ہمیں نہ اختلاف جدید علوم میں مہارت حاصل کرنے کا ہے اور نہ ہی غیر ملکی انگریزی وغیرہ زبانوں کے سیکھنے سے۔ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے، تو پھر ہمیں ملک وملت کے ان دونوں ضروریات سے کیسے اختلاف ہوسکتا ہے؟ علماء پر یہ ایک بہتان ہے واعدو لھم مااستطعتم جیسے نص کے ہوتے ہوئے اور فلیبلغ الشاھد الغائب جیسے تاکیدی حکم کی موجودگی میں ان چیزوں کی ضرورت سے کسی عالم کو اختلاف نہیں۔ اختلاف تو مدارس دینیہ کی آزاد حیثیت کو ختم کرنے سے ہے۔ مدرسہ میں عصری علوم شامل کرنے کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بھی دینی ضروریات سے اغماض نہیں برتنی چاہیے اگر حکومت اخلاص رکھتی ہے تو پہلے وہاں عصری درسگاہوں میں لازمی چار پانچ سالہ نصاب کا بندوبست کرے پھر اپنے اعتماد کو دکھا کر ہمارے ہاں مدارس میں عصری علوم کے لئے کورس بنا دے۔

☆ مدرسہ کی رکھوالی اور مہتمم کی ذمہ داری کا موضوع زیر بحث آیا تو فرمایا کہ ہمارے لئے دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم کا ایک واقعہ سبق آموز ہے کہ ایک دفعہ وہ مدرسہ کی روئیداد چھاپنے کے لئے دہلی جارہے تھے کہ اس دوران اُن سے مدرسہ کا چھ سو روپے کہیں کھو گئے جس پر وہ بڑے پریشان ہوئے، دیوبند کی مجلس شوریٰ نے واقعہ کی اطلاع پانے پر انہیں تسلی دی کہ آپ پر ہمارا بھرپور اعتماد ہے، امانت کی حفاظت میں آپ نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہوگی لہٰذا فکر نہ کریں اس کے باوجود انہیں تسلی نہ ہوئی اور مدرسہ کا تاوان پورا کرنے کیلئے زمین کا ایک ٹکڑا فروخت کرنے لگے۔ شوریٰ کے اراکین نے اس پر مطلع ہوکر مدرسہ کے سرپرست مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی سے فتویٰ تحریر کرکے مہتمم صاحب کو دیا کہ اُن پر کوئی تاوان لازم نہیں، یہ فتویٰ دیکھ کر جو جواب انہوں نے دیا وہ ہم جیسے کور بیناؤں کے لئے سنگ ونشان راہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "میاں رشید احمد نے یہ ساری فقہ میرے لئے پڑھی تھی، اُن سے کہیے کہ ذرا اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتلائیے کہ اگر اِن کو ایسا واقعہ پیش آتا تو وہ کیا کرتے۔؟"

☆ شریعت کے نظام کو نافذ کرنے کیلئے ساری عمر جدوجہد کی اور اس سلسلے میں جب مولانا سمیع الحق

صاحب نے شریعت بل کا معرکہ ایوان بالا سینٹ میں لڑنا شروع کیا تو اس کی نہ صرف بھرپور تائید کی بلکہ لوگوں کو اُن کے کاروان میں شامل ہونے کی دعوت دیتے رہے۔آپکی قومی ،ملی و سیاسی محاذ پر قدم بقدم سرپرستی اورشفقت ومحبت مولانا سمیع الحق کے ساتھ اُن کے مکتوبات کی ہر ہر سطر سے نمایاں ہے۔بہرصورت حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''بعض سیاست زدہ مولوی صاحبان شریعت کے نام سے بھی چڑنے لگتے ہیں، ان کے مذہب میں ہر مطالبے کے لئے تحریکیں چلائی جاسکتی ہیں مگر شریعت کے لئے ہرگزنہیں، بےعلموں میں یہ ہمت رندانہ اور یہ جرات بے جا کہاں؟ بہرحال نام تو ان اکابرین کا لیا جاتا ہے جنہوں نے دنیا کو بھی دین بنالیا تھا،اوراپنا کام یہ کہ دین کو بھی دنیا کے تابع کردیا،کامل شخص کفر کو (دنیا کے کاموں) دین بنا دیتا ہے۔ اور رعلت والا (دنیا پرست) دین کے کام کو بھی علت (دنیا) بنادیتا ہے۔اللہ تعالیٰ الٹی سمجھ سے محفوظ رکھے۔''

☆ تحریک طالبان افغانستان کی ابتداء سے سرپرستی اور تائید شروع کی اورعمر کے آخری حصے تک اس پر کاربند رہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ہم نے چودہ سوسال بعد کے سچے مسلمانوں طالبان افغانستان کو آگ میں نہلاتے ہوئے دیکھا توایمانی غیرت نہیں جاگی ،حکمرانوں کوکوستے رہنے پر اکتفا کیا،اور ذرہ بھرلیلائے اقتدار کی دور سے جھلک نظر آنے لگی تو نہ صرف طالبان کودور سے سلام کرنے کی ٹھان لی بلکہ اس سے تبریٰ کیا۔اظلم ترین کافر کے اڈوں میں نرمی کرنے کا اشارہ بھی دیا اور حدود وتعزیرات اسلام تو گویا قصہ پارینہ ہے۔

آپ کی کون کون سی مجلس اور قیمتی موتیوں سے بھرپور باتوں کو یاد کریں گے، ہر نیا دن ہمیں ایک بڑے عالم دین سے جداہونے کے تازیانے دے رہاہے، افسوس اِن اکابر کے وجود سے ہم محروم ہوگئے،لیکن اللہ تعالیٰ سے بصد زاری دعا والتجا ہے کہ اِن عظیم علماء کی برکات ہمارے اوپر تاحین قیامت سایہ فگن رہے...... آپ کا نماز جنازہ ۹ راگست صبح گیارہ بجے کلاچی شہر کے وسیع وعریض میدان میں حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن حقانی ہزاروی صاحب کی اقتداء میں ادا کیا گیا۔جس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۸ سے ۱۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔......اس موقع پر حاضرین کے سامنے تعزیتی کلمات کہنے والوں میں مولانا عزیز الرحمٰن کے علاوہ آپ کے لائق ترین شاگرد اور درجنوں کتابوں کے مصنف حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی بھی شامل تھے (جنہوں نے حضرتؒ کے مکتوبات ''مکاتیب الکریم'' کے نام سے چھپوائے ہیں)بعدازاں آپ کو اپنے آبائی قبرستان ہارون آباد کلاچی میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ کے پسماندگان میں بڑے بیٹے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابق استاد حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم چند سال قبل انتقال کرچکے ہیں جبکہ دوسرے فرزند مولانا محمد نسیم جو اس وقت مدرسہ کے روح رواں ہیں، آپ کے جانشین ٹھہرے۔مولانا قاضی محمد وسیم ،مولانا محمد سلیم ،مولانا محمد یحیٰ ،مولانا فرید احمد ،مولانا قاضی منیرالدین اور مولوی عبدالغفور آپ کے احفاد اور باقیات الصالحات ہیں۔